جارحانہ قوم پرستی کے خطرات

فرقہ پرستوں کو کون سمجھائے کہ مسائل کا حل تب ہی ممکن ہے جب معاشرے میں انصاف، مساوات اور اخوت کو فروغ دیا جائے



ابھے کمار

پہلگام حملے میں ۲۶؍معصوم سیاحوں کی ہلاکت پر پوری انسانیت سوگوار ہے۔ معصوم لوگوں کا خون بہا کر کوئی مثبت تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ جو سیاسی مسائل ہیں، ان کا واحد حل مذاکرات کے ذریعے ہی ممکن ہے اور یہ صرف سیاسی طریقوں سے ہی حل کیے جا سکتے ہیں۔ خون خرابے اور طاقت کے زور پر نہ تو کبھی پائیدار سماجی تبدیلی لائی جا سکتی ہے اور نہ ہی بندوقوں کے سائے تلے کبھی امن اور شانتی قائم ہو سکتی ہے۔ افسوس کہ ان آسان مگر اہم باتوں کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے، کیونکہ تشدد کی شعلہ انگیز تجارت سے کچھ مٹھی بھر لوگوں کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نازک حالات میں جذبات کے بہاؤ میں بہنے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے کام لینا ضروری ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگ شاید اس بات سے متفق ہوں کہ قومی یکجہتی کو آج سب سے بڑا خطرہ فرقہ واریت سے ہے، مگر یہ خطرہ اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب ملک کسی بڑے چیلنج سے دوچار ہوتا ہے اور فرقہ پرست عناصر ان نازک لمحات میں بھی اپنی شرانگیز حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ جب پورا ملک پہلگام حملے کے بعد غم میں ڈوبا ہوا ہے، ایسے کٹھن حالات میں بھی فرقہ پرست قوتیں دہشت گردی کو ایک خاص مذہب سے جوڑ کر اقلیتوں کو نشانہ بنا رہی ہیں اور انہیں اکثریتی سماج کی نظروں میں 'کھلنا یک' کے طور پر پیش کر رہی ہیں۔ ان تمام کارروائیوں کے پیچھے ان کا جارحانہ اور فرقہ پرست قوم پرستی کا نظریہ کارفرما ہے۔

جہاں پہلگام حملے میں شہید عادل حسین شاہ بھی سیاحوں کی جان بچانے کی کوشش میں ہلاک ہو گئے، وہیں ملک بھر میں یہ فرقہ وارانہ بیانیہ پھیلایا گیا کہ دہشت گردوں نے دھرم پوچھ کر لوگوں کی جان لی ہے! سماجی انصاف اور مساوات کی تحریک کو بدنام کرنے کے لیے یہ بھی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ دہشت گرد مذہب اور دھرم پوچھ کر ہندو سماج کے افراد کو گولی مار رہے ہیں، جبکہ اکثریتی سماج ذات پات کے نام پر آپس میں لڑ رہا ہے۔ اس طرح کی افواہیں پھیلانے اور اقلیتوں کو دشمن بنا کر پیش کرنے کے پیچھے فرقہ پرستوں کا مقصد یہ پیغام دینا تھا کہ ہندو سماج اپنی سلامتی کے لیے متحد ہو جائے اور ذات پات کی غیر برابری پر خاموش ہو جائے، تاکہ اعلیٰ ذات کی بالادستی قائم رہے۔ قومی میڈیا بھی اپنے اپنے انداز میں فرقہ واریت کی آگ میں تیل ڈالنے والے پروگرام ہی نشر کر رہا ہے اور ہندی نیوز چینلوں کا تو عالم یہ ہے کہ انہیں دیکھنے پر اقلیتی سماج کے لوگ ڈر جاتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں سے خبر آ رہی ہے کہ پاکستان مخالف ریلیوں میں کئی مقامات پر اقلیتوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اور ان کے مذہبی مقامات کے نزدیک اشتعال انگیزی کی جا رہی ہے۔ ملک کے دوسرے مقامات کی بات کیا ہی کی جائے، قومی دارالحکومت نئی دہلی میں کشمیری طلبہ، کاریگر اور مزدور خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں اور انہیں ایسا لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی انہیں پہلگام حملے کے لیے نشانہ نہ بنا دے۔ جب سیاستدان انتخابی ریلیوں میں پہلگام کے سانحے پر تقاریر کر کے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ سنجیدگی سے اس مسئلے کا کوئی حل تلاش کریں، تو کیا یہ طرزِ عمل اس بات کا عکاس ہے کہ ہم ایک بالغ اور ذمہ دار جمہوریت ہیں؟

> ”بہت افسوس کی بات ہے کہ جب پورا ملک پہلگام حملے کے بعد غم میں ڈوبا ہوا ہے، ایسے کٹھن حالات میں بھی فرقہ پرست قوتیں دہشت گردی کو ایک خاص مذہب سے جوڑ کر اقلیتوں کو نشانہ بنا رہی ہیں اور انہیں اکثریتی سماج کی نظروں میں 'کھلنا یک' کے طور پر پیش کر رہی ہیں۔ ان تمام کارروائیوں کے پیچھے ان کا جارحانہ اور فرقہ پرست قوم پرستی کا نظریہ کارفرما ہے۔“

جب حزبِ اختلاف کی سابقہ تقریروں کو ایک خاص مقصد کے تحت ایڈٹ کیا جاتا ہے اور انہیں توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ شدت پسندوں کے حمایتی ثابت ہوں، تو کیا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم ایک زندہ اور باشعور جمہوریت ہیں؟ اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ فرقہ وارانہ بیانیہ حکومت سے سیکورٹی میں ہونے والی کوتاہی پر سخت سوالات اٹھانے کے بجائے اقلیتوں اور اپوزیشن کو نشانہ بنا رہا ہے؟

زعفرانی جماعت کے نظریہ ساز بی ڈی ساورکر نے ۱۹۲۰ء کی ابتدائی دہائی میں ایک چھوٹی سی کتاب 'ہندوتوا' لکھی تھی، جس میں انہوں نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کہا تھا کہ 'کسی مشترکہ دشمن کا دباؤ ہی وہ چیز ہے، جو لوگوں کو قوم اور قوموں کو ریاست میں تبدیل کر سکتا ہے۔' ساورکر کا نظریہ قومیت اقلیت مخالف ہے، کیونکہ ان کو لگتا ہے کہ کسی بھی سماجی جماعت کے مابین تب تک اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک ان کے سامنے کوئی دشمن موجود نہ ہو۔ اگر کوئی دشمن نہ بھی ہو یا کوئی خارجی خطرہ کہیں دکھتا بھی نہ ہو تو ساورکر نواز اسے مصنوعی طور پر گڑھتے ہیں اور بار بار اس کا پروپیگنڈہ کر کے اسے تصورات کی دنیا سے نکال کر حقیقت کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ اقلیتوں کو دشمن بنا کر پیش کرنا ان کی مجبوری ہے، نہیں تو ہندو سماج متحد ہو کر انہیں ووٹ نہیں دے گا؟ یہی وجہ ہے کہ دن رات فرقہ پرست عناصر اور ان کے پیسوں سے پلنے والا میڈیا ہر بات میں مسلمانوں کو قصوروار بنانے کا کام کرتا ہے۔ جہاں تک بات دہشت گردی کی ہے تو ہر دھرم کے پیروکاروں میں دہشت گرد موجود ہیں۔ اس لیے کسی دہشت گرد کے مذہب کو بنیاد بنا کر اس مذہب کے ماننے والوں کو نشانہ بنانا ایک خطرناک سیاست ہے، جو بھارت جیسے سیکولر ملک کو کمزور کر دے گی۔

جہاں ہمارے ملک کا نظریہ شہریت سیکولر، جمہوری اور مساوات پر مبنی ہے، وہیں فرقہ پرست مذہب کے زاویے سے شہریت کو دیکھتے ہیں۔ وہ بھارت کے اقلیتوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی حب الوطنی پر سوال اٹھاتے ہیں، جبکہ بیرونِ ملک میں رہنے والے ہندوؤں، جن کی حب الوطنی اپنے دیش کے ساتھ ہے، کو اپنا سمجھتے ہیں۔ فرقہ پرست بھارت کے اُن اقلیتوں کو، جنہوں نے ملک کی آزادی کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دی، اجنبی سمجھتے ہیں۔ فرقہ پرست تاریخ کو بھی ایک خاص مذہب سے جوڑ کر دیکھتے ہیں اور بھارت میں جو آریائی ویدک اور ہندو کلچر ہے، اسی کو ہندوستانی مانتے ہیں، جبکہ اسلام اور عیسائیت، جن کی تاریخ اس ملک میں ہزاروں سال پرانی ہے، کو بیرونی مذاہب سمجھتے ہیں۔ فرقہ پرستوں کے نزدیک اقلیتیں جب تک اکثریتی جماعت میں اپنے آپ کو ضم نہیں کر دیتیں، تب تک ان کی وفاداری شک کے دائرے میں رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ پرست اقلیتوں کی تاریخ، ثقافت، لباس، کھان پان اور طرزِ زندگی کو قومی ثقافت کے لیے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

بھارت کے وہ علاقے جہاں اقلیتوں کی آبادی قومی اوسط سے زیادہ ہے، وہاں سیکورٹی کے سخت انتظامات تو کیے جاتے ہیں، مگر بنیادی سہولیات کی شدید کمی پائی جاتی ہے۔ فرقہ پرست ذہنیت کا خیال ہے کہ اقلیتوں کو بدنام کر کے اور ان پر دباؤ ڈال کر ہی اپنے مفادات کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ مگر وہ یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ کسی کا حق چھیننا، اسے پیچھے دھکیلنا یا اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ مگر ان فرقہ پرستوں کو کون سمجھائے کہ مسائل کا حل تب ہی ممکن ہے جب معاشرے میں انصاف، مساوات اور اخوت کو فروغ دیا جائے۔

مضمون نگار نے جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی کی ہے
debatingissues@gmail.com